مستشرقینِ یورپ اور اسلام میں مصوری

(۲)

از سید جمال حسن صاحب شیرازی۔ ایم۔ اے۔ متعلم

تصویروں اور مجسموں کے خلاف خود یورپ کے مسیحیوں نے کیا رویہ اختیار کیا اور اس فتنۂ عظیم کا قلع قمع کرنے کے سلسلے میں کیسے کیسے دردناک اور المناک واقعات رونما ہوئے اگر آپ اس کی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں تو یورپ کی آٹھویں اور نویں صدی عیسوی کی تاریخ دیکھئے ایک نہیں سینکڑوں ایسی مثالیں ملیں گی جس میں شدت مخالفت کے اعتبار سے مسیحیت میں مجسموں اور تصویروں کی دشمنی اسلام سے زیادہ نظر آئے گی۔ کیونکہ اسلام نے تو صلح و آشتی وعظ و نصیحت اور تبلیغ و تشریح کے ذریعہ اس فتنہ کو روکا۔ لیکن مسیحیت نے ابتدا ہی سے اس کی مخالفت میں تشدد سے کام لیا اور بیشمار موقعوں پر اس لعنت کو دور کرنے میں خون کی ندیاں بہائیں۔ تصویر کے حامیوں کو پکڑ پکڑ کر زندہ آگ میں جلایا۔ بے شمار لوگوں کو جلاوطن کیا۔ عورتوں اور مردوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ اس سلسلہ میں بازنطین کے چند حکمراں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان کے دور میں سینکڑوں تصویروں اور مجسموں کے حامیوں کو مار ڈالا گیا یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور سخت زد و کوب کی گئی یا جلا وطن کردیا گیا۔[1] ۷۴۰ء میں لیو (شہنشاہ بازنطین) کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا کانسٹینٹائن تخت پر بیٹھا اس نے اپنے باپ کے مقابلہ میں زیادہ سختی اور بے رحمی کے ساتھ حامیانِ تصویر و شبیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اور ۷۵۴ء میں بمقام ہیریا (Heria.) ایک کلیسائی مجلس بلائی جس میں

لہ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا ج ۱۴ ص ۲۷۳

مختلف مقامات کے ۳۸۸ اسقفوں نے شرکت کی اور بالاتفاق تصویروں اور مجسموں پر لعنت بھیجی اور انھیں مذہبی نقطۂ نگاہ سے قطعی حرام قرار دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ شبہ کے ساتھ ان تمام چیزوں کو بھی برباد کرنے کا حکم دیدیا جو کسی بزرگ یا مقدس شخصیت کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھی جاتی تھی۔ اور ان کی پرستش ہوتی تھی۔

یونان کے بت پرست مسیحیوں اور یہودیوں کے خلاف سب سے پہلا اعتراض یہی کرتے تھے کہ ان کے ہاں کوئی مخصوص قربانگاہ نہیں تھی جہاں دیوتاؤں کے نام قربانی دیجا سکتی اور نہ ان کے پاس کسی دیوتا یا مقدس شخصیت کی تصویر موجود تھی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد غناسطی (Gnostic School) فرقے کے لوگوں نے فنون لطیفہ سے عبادت و ریاضت میں مدد لینی شروع کی یعنی مذہبی مقاصد کے لئے فنون لطیفہ کو استعمال کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ آئرینیس (Ireneus) انہی غناسطیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مارسیلینا (Marcellina) کے پیرووں کے پاس حضرت عیسیٰ کی چند شبیہیں تھیں جن میں سے بعض شبیہیں مورت اور بت کی شکل میں تھیں جو مختلف قسم کی دھاتوں سے تیار کئے گئے تھے اور بعض تصویروں کی شکل میں تھیں اور ان کا عقیدہ تھا کہ پائیلیٹ (Pilate) نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ان کی ایک شبیہ تیار کی تھی۔ پس مارسیلینا کے پیرو بھی حضرت عیسیٰ کی شبیہ بناتے تھے اور اس کو یونان کے مشہور حکما مثلاً افلاطون۔ فیثاغورث اور ارسطو وغیرہ کی شبیہوں کے ساتھ رکھتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔

بہر حال فن شبیہ کشی کی اجازت نے ایک ایسی قوم کو جس کی کتاب مقدس میں بت پرستی کے خلاف بیسیوں بلکہ سینکڑوں جگہ سخت سے سخت لعنت بھیجی گئی ہو، شرک کی راہ میں کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس مذہب کے دور بین اور عاقبت اندیش پیرووں نے پیہم اس فتنہ کو روکنے کی کوششیں کیں۔ چنانچہ ۷۶۵ء میں شاہ بازنطین نے کلیسا سے

یہ فتویٰ صادر کرایا کہ ہر تصویر اور شبیہ کا حامی کافر ہے اور خدا کی نگاہ میں مردود اور ملعون ہے اور حکومت کی طرف سے قطعی یہ احکام صادر کرا دیئے کہ کوئی مسیحی نہ کوئی شبیہ بنائے اور نہ اس کی پرستش کرے حتیٰ کہ اسے گھر تک میں بھی نہیں رکھنا چاہیئے۔[1] شہنشاہ نے صرف اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے حدود مملکت کی تمام رعایا سے صلیب پر ہاتھ رکھوا کر یہ قسم لی کہ اس کے بعد سے ہر شخص تصویروں اور شبیہوں پر لعنت بھیجے گا اور کوئی شخص اس قسم کی چیز اپنے گھر میں نہیں رکھیگا۔ اور اس کے بعد راہبوں اور خانقاہ نشینوں کے خلاف جو (شبیہ کے حامی نہ ہو) ایک سخت جہاد شروع کر دیا اور جہاں کہیں بھی شبیہوں اور تصویروں کا ذخیرہ ملا سب کو تباہ و برباد کر ڈالا چنانچہ آج ماہرین آثار قدیمہ کو اس دور کی فنی مثالیں اور یادگاریں مشکل سے ملتی ہیں۔

شبیہ شکنوں میں سب سے آخری بادشاہ تھیافلس (Theophilus) گذرا ہے اس نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح حامیان شبیہ کو کچلنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ اس نے ایک مشہور مصور کو جس کا نام لیزرس (Lazarus) تھا اور جو اپنے وقت کا بلند پایہ مصور (پینٹر) تھا مقدس شخصیتوں کی تصویر بنانے سے منع کیا لیکن جب اس نے اس کے خلاف ورزی کی تو اس کے ہاتھ دغوا دیئے تاکہ وہ پھر اس قسم کے فعل کی جرأت نہ کرے۔

مسٹر آرنلڈ اور ان کے دوسرے ہم خیال مستشرقین جو اسلام میں تصویر کشی کو جائز قرار دینے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں پہلے خود اپنی مذہبی تاریخ اٹھا کر دیکھیں کہ کیا ان کے مذہبی پیشواؤں نے مجسموں اور تصویروں میں کوئی تفریق کی ہے؟ اور کیا ان دونوں کو یکساں طور پر تباہ و برباد کرنے کا حکم نہیں دیا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب خود مسیحیت نے شروع سے اس فتنہ کو روکنے کی اتنی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۱۴۔

پرزور جدوجہد کی تو آخر یہ ملعون فن کس دروازہ سے ان کی معاشرت وتہذیب اور مذہب وعبادت میں داخل ہوگیا۔ اس کا جواب تلاش کرنے کے لئے آیئے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ابتدا میں مسیحیت کا وہ کون سا طبقہ تھا جس نے اس فن کی حمایت کی اور اسے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ یورپ کی تاریخ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ شبیہ کشی کی مذہبی حمایت سب سے پہلے بازنطینی مملکت کے یونانی علاقوں میں ہوئی۔ (یونانی علاقوں سے مراد وہی علاقے ہیں جن پر یونانیوں نے ایک عرصہ تک حکومت کی تھی اور اپنے مخصوص فلسفہ اور دینی اعتقادات کی ترویج کی تھی) اور ظاہر ہے کہ ان کے دینی اعتقادات شرک اور بت پرستی پر مبنی تھے۔ جب ان خطوں میں مسیحیت کی تبلیغ ہوئی تو وہاں کے باشندوں نے اس مذہب کو قبول کرلیا۔ لیکن پچھلے مذہب کے گہرے اعتقادات ورجحانات نئے مذہب کے جوش وخروش سے دب ضرور گئے پر مکمل طور پر فنا نہیں ہوئے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد انھوں نے غیر شعوری طور پر اپنے پچھلے عقائد کی بعض رسومات وروایات کو اس نئے مذہب پر منطبق کرنا شروع کردیا۔ اور اسی جذبہ کی رو میں کتاب مقدس (انجیل) کی بہت سی ممنوعات ومتروکات کی تاویل کرکے اپنے نئے مذہب میں داخل کرلیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک بت پرستی اور شبیہ کشی بھی تھی جسے اس علاقے کے مذہب دینی رہنماؤں نے مسیحیت میں جائز قرار دے لیا۔ اور اس فتنہ کے بڑھنے اور پھیلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس وقت عام طور پر راہب اور دوسرے دینی مقتدا فنِ تصویر، فنِ طلاکاری وغیرہ کے ماہر تھے اور وہ اپنے اس مخصوص فن کو خیرباد کہنا نہیں چاہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اسی وجہ سے انھوں نے تصویر کشی ومجسمہ سازی کی پرزور حمایت کی اور انہی مذہبی مبلغوں نے اپنے پیرؤں کو یہ درس دیا کہ ہر مذہبی مقتدا کی روحانی برکت اس کے مرنے کے بعد اس کے نام اس کے مجسموں اس کی تصویروں اور اس کے آثار میں باقی رہتی ہیں اور یہ بھی سمجھایا کہ ان کی تصاویر اور مجسمے صرف ایک بے جان شے نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں کی روحانیت اور تقدس کے جیتے جاگتے نمونے ہیں۔

اور باطنی فضائل ان میں موجود رہتے ہیں اس کے بالمقابل مخالفین شبیہ نے مذہبی پیشواؤں کی شبیہ کشی حرام قرار دی۔ ان کا یہ استدلال کہ فانی اور تغیر پذیر چیزوں میں اعلیٰ مجسموں کی مادیت اور تصویروں کی کثافت میں روحانیت کا کوئی عکس نہیں آسکتا۔ اسی بنا پر چودھویں صدی میں وکلیف کے پیروؤں نے (Wycliffites) شبیہوں کی مذمت کرتے ہوئے لکھا تھا

"کہ شبیہ اور تصویر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں کیونکہ یہ انسان کو شمہ برابر بھی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ بلکہ اگر انھیں آگ میں ڈالدیا جائے تو کم از کم ایک انسانی جسم کو جو سردی میں ٹھٹھر رہا ہو تھوڑی دیر کے لئے گرمی پہنچا سکتی ہیں۔"

شبیہ کشی کے خلاف مسیحیت کی یہ طویل داستان صرف اس لئے درج کی گئی ہے کہ مسٹر آرنلڈ اور ان کے ہم خیال دیگر مستشرقین دیکھ لیں کہ خود ان کے مذہب نے مجسمہ اور تصویر دونوں کی بیک وقت مخالفت کی ہے اور ان دونوں میں کوئی خاص تفریق نہیں کی۔ ہم پھر عرض کریں گے کہ مسیحیت کی یہ سب سے بڑی غلطی تھی کہ اس نے اپنے پیرووں کو صرف شبیہوں کے مذہبی مقاصد میں استعمال کرنے سے روکنے کی کوشش کی اور اس کو سرے سے حرام قرار نہیں دیا حالانکہ اگر عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس فن کو مبادی شرک قرار دیدیتے اور سرے سے ناجائز کردیتے تو آج وہ بت پرستی کی لعنت سے بالکل محفوظ رہتے۔

لہ اسی تصور کی ترجمانی کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے اپنے ایک مراسلہ میں لکھا تھا کہ مجھے چند مسلمان دوستوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارے بعض ہم مذہب احترام اور عقیدت کے جوش میں میری تصویروں اور مجسموں کو اپنے اپنے گھروں میں رکھتے ہیں اور پوجتے ہیں۔ غلط ہی میں انھیں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ انسان فانی ہے اور ایک وقت مقررہ پر اس کی روح اس جسم فانی کو خیرباد کہنے پر مجبور ہے بلکہ انسانی جسم سے زیادہ پائیدار تو ایک جڑی ہے کہ اگر اس کو اہتمام سے ایک ڈبہ میں بند کرکے رکھدیا جائے تو سینکڑوں سال قائم رہ سکتی ہے۔ مسلمانوں کے مذہب سے توحید کا یہ سبق میں نے حاصل کیا ہے۔

مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

آئیے اب ہم مستشرقین کے ان اعتراضات کو لیں جو آیاتِ قرآنی سے متعلق ہیں ان کا سب سے پہلا دعویٰ جس پر وہ بہت زیادہ زور دیتے ہیں یہ ہے کہ قرآن حکیم میں تصویر کا کہیں تذکرہ نہیں ہے اور نہ اس کی حرمت کا کہیں حکم آیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اوثان وانصاب واصنام کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور اس کی ممانعت قرآن میں ہے اس لئے ہم بتگری کو اس کی رو سے حرام سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں مختلف جگہ صور کا لفظ آیا ہے جس میں خدا نے اپنی صناعی اور صورت گری کے متعلق ارشاد فرمایا ہے چنانچہ سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الله الذي جعل لكم الارض قرارا	اللہ ہی ہے جس نے زمین بنائی بطور آرامگاہ کے
والسماء بناء وصوركم فاحسن	اور آسمان بطور سائبان کے اور تمہاری شکلیں
صوركم ۔	بنائیں اور انھیں خوبصورت بنایا ۔

پھر سورہ تغابن میں ارشاد ہے ۔

خلق السموات والارض بالحق و	اس نے آسمان و زمین کو مناسب بنایا اور تمہاری
صوركم فاحسن صوركم ۔	صورت بنائی اور اسے خوبصورت بنایا ۔

اور سورہ انفطار میں ارشاد ہے ۔

الذي خلقك فسواك فعدلك	وہی ہے جس نے تجھکو بنایا پھر تجھکو ٹھیک کیا پھر تجھکو
في اي صورة ما شاء ركبك ۔	برابر کیا جس صورت میں چاہا تجھکو جوڑ دیا ۔

ان آیات ربانیہ کا حوالہ پیش کرنے کے بعد فرانس کے مشہور مصنف اور فنِ مصوری کے ایک بلند پایہ نقاد موسیو ہنری لیمنس (H Lumen) فرماتے ہیں۔ ان آیات میں کہیں حرمت تصویر کا ذکر نہیں۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی رو سے تصویر کشی ناجائز نہیں۔ ہمارے خیال میں مسٹر لامنیس یہ چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں [illegible] سورہ و شبیہ کا ذکر آئے اور صاف صاف اس کی حرمت کا بھی ۔

ر وہاں اس لفظ تصویر سے مراد پینٹنگ (Painting) ہو۔ جواب میں ہم سب سے پہلے یہ عرض
رنا چاہتے ہیں کہ اوپر جن آیاتِ کریمہ کا موسیو لامینس نے حوالہ دیا ہے ان سے پینٹنگ مراد نہیں بلکہ
شکیل و تخلیق مراد ہے اور وہ بھی ابعادِ ثلاثہ میں کیونکہ خدا نے انسان کی صورت کو کسی سطح چیز پر
نقوش نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ اوپر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ چونکہ تصویر سے بت پرستی پیدا ہوتی ر
ور ہوتی رہی ہے اس لئے ہر وہ چیز جس سے شرک اور بت پرستی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو قرآنِ کریم
ی حالت میں اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مسٹر موصوف کی اس
طفلانہ ضد کا جواب خود انہی کی کتابوں کی سند سے دیتے چلیں

مسٹر موصوف یہ مانتے ہیں کہ اوثان و انصاب و اصنام کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے اور
ان کی حرمت بھی واضح طور پر بیان کی گئی ہے[1]۔ اوثان و انصاب کے معنی تو صاف بت یا مورت
کے ہیں لیکن صنم باعتبار مفہوم و معنی ان دونوں الفاظ سے مختلف اور زیادہ وسیع ہے۔ انسائیکلوپیڈیا
آف اسلام میں صنم کی تشریح مسٹر لامینس کے ہم مذہب مستشرقین نے یوں کی ہے " صنم عام طور پر
عربی لغات میں اس شے کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی پرستش کا باعث ہو۔ اس میں اور وثن کے مفہوم میں
ایک صریحی فرق ہے کیونکہ وثن کے معنی ہیں کوئی ایسی شکل جو پتھر یا لکڑی یا دھات کی بنی ہوئی ہو لیکن
صنم تقریباً تصویر اور نقش (Painter + Painting) کا مرادف ہے۔ ابن الکلبی نے بھی اپنی
مشہور تصنیف کتاب الاصنام میں لفظ صنم کی یہی تشریح کی ہے۔ عربی لغات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ
لفظ (صنم) ایک لفظ شنم (Shanam) سے نکلا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ کونسی زبان کا لفظ ہے۔
یورپ کے اکثر ماہر لسانیات کا خیال ہے کہ یہ لفظ عبرانی زبان کے لفظ سلم کا ہم معنی ہے اور لفظ سلم عبرانی
زبان میں شبیہ کے معنوں میں آتا ہے۔ ابن الکلبی نے ظہور اسلام سے پہلے عربوں کی بت پرستی کے متعلق جو

---

[1] دیکھو سورۂ ابراہیم آیت ۳۸۔ سورہ الشعرا آیت ۷۱ سورہ انعام آیتہ ۷۶ سورۂ انبیاء آیتہ ۵۸ سورۂ اعراف آیتہ ۱۳۴ -

حالات لکھے ہیں اس کے مطابق صنم سے مراد مختلف نوعیت کی اشیاء پرستش ہیں جن میں بعض مثلاً ہبل۔ اساف اور نائلہ وغیرہ تو واقعی بت تھے اور بعض ایسی مورتیں تھیں جو کعبہ کے گرداگرد نصب تھیں اور بعض درخت تھے جیسے العزیٰ اور بہت سے صرف پتھر تھے جیسے الات علات وغیرہ۔ لیکن ظہور اسلام کے بعد ادبیات اور شاعری میں لفظ صنم سے مراد عام طور پر صرف بت لیا جانے لگا چنانچہ القطامی اور ابن قیس الرقیات وغیرہ نے شاعری میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں باندھا دوسرے مستشرقین نے بھی عبادت الاصنام اور عبادت الصور کو ایک ہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ مسٹر ایڈورڈ ولیم لین (Lane) اپنے مشہور قاموس میں لکھتے ہیں کہ ابن عرافہ اور الفہری وغیرہ نے بھی صنم کے معنی شبیہ کے لئے ہیں چاہے وہ مورت اور بت کی شکل میں ہو چاہے تصویر اور نقش کی صورت میں۔ اب لفظ صنم کے معانی و مطالب کے تجزیہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صنم کے مفہوم میں تصویر بھی داخل ہے۔ پس جب قرآن حکیم میں صنم کی حرمت آئی تو لازماً تصویر کی حرمت بھی مذکور ہوئی کیونکہ تصویر صنم کے دائرہ مفہوم سے باہر نہیں۔

دوسرا اعتراض مستشرقین یہ کرتے ہیں کہ خدا نے اپنے آپ کو قرآن میں مصور کہا ہے چنانچہ سورۂ حشر میں ارشاد ہے۔

هو الله الخالق البارئ المصور — وہی اللہ ہے بنانے والا، نکال کر کھڑا کرنے والا

له الاسماء الحسنیٰ۔ — صورت کھینچنے والا۔

پس تخلق باخلاق اللہ کے بموجب انسان کو صفات الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور چونکہ خدا خود مصور ہے اور صورت گری کرتا ہے اس لئے انسان کو بھی مصور بننا چاہئے۔ اگرچہ ہم اس قسم کے طفلانہ رکیک (Puerile) وغیرہ منطقی استدلال کا جواب دینا بھی عقل سلیم کی توہین سمجھتے ہیں لیکن چونکہ مستشرقین کی اس مغالطہ انگیزی سے ہمارے بعض اچھے دماغ بھی متاثر ہو کر مغالطے میں پڑ گئے

ہیں۔ اس لئے کم از کم سرسری طور پر اس دلیل کی تحلیل بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب اپنی کتاب تمدن اسلام میں صفحہ ۱۸۹ پر المصور کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مصور کے معنی اشیاء کی صورت یا تصویر بنانے والا" وہ لوگ جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے فن مصوری جیسے فن لطیف کی تحقیر کی ہے وہ یہی غور کر لیں کہ خود اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام مصور بھی ہے اور اگر مسلم کو ہدایت ہے کہ وہ صفات الہیہ کی پیروی کرے تو مصور بننا گویا اپنے اندر صفت اللہ پیدا کرنا ہے۔ مستشرقین یورپ کا اسلام کے خلاف یہ ایک نہایت عام حربہ ہے وہ پیچیدہ مذہبی مسائل میں اس قسم کی سطحی اور گمراہ کن دلیلیں پیش کر کے اہل اسلام کو تشکک اور ارتیاب کے بھنور میں ڈال دیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کم معلومات رکھنے والے اور غور و خوض سے بھاگنے والے اصحاب بڑی آسانی سے اس مغالطہ کا شکار بن جاتے ہیں۔ تو آئیے اب ہم اس دلیل کا بھی تجزیہ کریں۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ جب اپنے آپ کو مصور کہتا ہے تو اس سے مراد نعوذ باللہ من ذالک یہ نہیں ہے کہ وہ سطح کاغذ یا سطح چوب یا سطح دیوار پر بے جان اور لغو نقش و نگار کا بنانے والا ہے بلکہ وہ تو اپنی صناعی خالقیت کاریگری اور مصوری کا تذکرہ بڑی عظمت اور جلالت کے ساتھ کرتا ہے چنانچہ قرآن میں جب کبھی اپنی خلاقی اور صناعی کا تذکرہ کرتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے کہ خلق السموٰات والارض بالحق صورکم فاحسن صورکم۔ وہ تو ہمیشہ اپنی مصوری کے نمونوں میں آسمان و زمین چاند و سورج ستارے اور سارے پہاڑ اور دریا جنگل و صحرا انسان و حیوان جیسی مہتم بالشان اور عجیب و غریب چیزوں کو پیش کرتا ہے کیا آپ مصور بن کر ان جیسی ایک چیز بھی بنا سکتے ہیں یا اس کی اس عظیم الشان مصوری کی شمہ برابر بھی نقل اتار سکتے ہیں۔ بہر حال اس امر سے قطع نظر کیا آپ صفاتِ الٰہی کا قطعیت کے ساتھ کوئی اصل تصور قائم کر سکتے ہیں۔ عقل انسانی کا ادراک محسوسات کے دائرہ میں محدود ہے۔ اس لئے اس کا تصور اس دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتا وہ جب کسی ان دیکھی اور

غیر محسوس چیز کا تصور کرے گی تو لازم ہے کہ اس میں وہی صفات آئیں گی جنھیں وہ دیکھتی اور سنتی ہے تو کیا آپ صفاتِ الٰہی کو جو انسانی عقل و فہم کے لئے لامتناہی ہے۔ اپنے ناقص دائرۂ ادراک میں لاکر محدود کرسکتے ہیں۔ قرآن کریم کا خود ارشاد ہے کہ لیس کمثلہ شیٔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور کسی چیز سے بھی تم اسے مشابہ نہیں ٹھہرا سکتے ہو ورنہ اگر آپ اپنے مخصوص اور محدود دنیاوی نقطۂ نگاہ سے صفاتِ الٰہی کا تصور کریں گے اور اس کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا فرض سمجھیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ تو مصور ہونے کے ساتھ ساتھ القیوم بھی ہے۔ الصمد بھی ہے۔ الرزاق بھی ہے اور المقتدر، الجبار، القہار، عادر المتکبر بھی ہے۔ اب نعوذ باللہ من ذالک۔ آپ بھی جبار، متکبر کی صفات پیدا کیجئے۔ کیونکہ یہ بھی تو خدا کی صفات مخصوصہ میں داخل ہیں۔ لیکن پھر آپ اس آیت کریمہ کو کیا کریں گے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سچے مومن کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وھم لا یستکبرون۔ پس یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ جن معنوں میں مصور کی تعبیر کرکے مصوری کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں اس استدلال کی بنیاد ہی مغالطہ اور گمراہی پر مبنی ہے۔

تصویر کی تائید میں اس قسم کی ایک اور دلیل بھی پیش کی جاتی ہے یہ وہ روایت ہے جس کو علامہ ابوالفضل نے اپنی تصنیف آئینِ اکبری میں شہنشاہ اکبر کی طرف منسوب کرکے بیان کیا ہے چنانچہ شہ آرٹ نے بھی اس دلیل کو تصویر کی تائید میں خصوصیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ابوالفضل آئینِ اکبری میں فرماتے ہیں:-

> روزے در انجمن راز گوئی کہ بخت مندان سعادتِ حضور داشتند بر قدسی زباں رفت آنکہ بسے نکوہش نمایند ایں امر (شبیہ کشی یا مصوری) نمایدول برنتابد و بخاطر چناں رسد کہ مصور در خدا شناسی افزوں تر از دیگرے بود چہ ہرگاہ جانور نگارد و عضو کشد و از ایں کہ روحانی پیوند نیارد داد نیرنگیِ جان آفرین بیاد آید و شناسائی اندوزد" (آئین اکبری ص ۸۰ طبع نولکشور ۱۸۹۳ء)

یعنی مصور تصویر بنانے کے بعد چونکہ اس میں جان نہیں ڈال سکتا ہے اس لئے اپنی بے بسی اور بیچارگی کے مقابلہ میں خدا کی خالقی اور صناعی کا اور زیادہ قائل ہو جاتا ہے اور خدا کی عظمت اور قدرت کا بھید اس پر کھل جاتا ہے۔ آیئے ذرا اس دلیل کو بھی غور سے دیکھیں۔ فرض کیجئے کسی بت تراش یا مصور نے کسی مقدس دینی رہنما، بزرگ مثلاً کرشن جی یا گوتم بدھ کی تصویر بنائی اور تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی مان لیجئے کہ اس کا مقصد ان کی پرستش نہیں۔ تصویر بناتے وقت آپ کے قول کے مطابق اس پر اللہ تعالیٰ کی صفت کاملہ کے تمام رموز منکشف ہوئے لیکن اس کے بعد اگر اسی تصویر کی پرستش شروع ہو گئی جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ گوتم بدھ اور حضرت ادریس علیہ السلام کے پیرووں کی بنائی ہوئی شبیہیں جو صرف یادگار کے طور پر بنائی گئی تھیں پجنے لگیں کیونکہ یہ بات بالکل صاف ہے کہ بت تراش یا تصویر کش کی قدرت واختیار سے باہر ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے فنی نمونوں میں یہ جادو بھی بھر دے کہ جب کبھی کوئی اس کی پرستش کرنے لگے تو وہ اپنی پرستش کرانے سے انکار کر دے۔ اس قسم کی مثالیں آج آپ کو ہندوستان میں بھی ملیں گی۔ گاندھی جی اور رابندر ناتھ ٹیگور کے مجسموں اور تصویروں کی آج ہندوؤں کے گھر گھر میں پرستش ہوتی ہے لیکن ان اصحاب کی تصویر بنانے والوں سے پوچھئے۔ شاید ان کا مقصد احترام اور یادگار یا پیسہ کمانے کے سوا کچھ نہیں ہوگا لیکن وہ بیچارے کیا کسی کو ان تصاویر کے آگے جھکنے سے روک بھی سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جب انھوں نے تصویر بنا کر مکمل کر دیا اور اسے اپنے سے علیحدہ کر دیا تو دوسروں کو اس کا حق ہے کہ یا وہ اسے زمین پر لٹائیں یا اس کی پرستش کریں۔ تو کیا اس کے معنی یہ نہیں ہوئے کہ ایک شخص نے خدا کی صنعت اور کاریگری کی عظمت کا علم حاصل کرنے کے لیے سینکڑوں کو گمراہ کر کے شرک اور بت پرستی جیسی لعنت میں گرفتار کر دیا۔ یہاں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ابوالفضل جیسے جلیل القدر عالم کے ہرگز شایانِ شان نہیں تھا کہ وہ تصویر کی تائید میں اس قدر لغو دلیل کا تذکرہ اپنی کتاب میں کرتے اور بتگری اور تصویر کشی کے یہی خطرناک نتائج ہیں جن کی وجہ سے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے عبارت میں خاص تنبیہ کو ملحوظ رکھا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تصویر گری سے منع فرمایا ہے اس لئے ضروری تھا کہ وہ ایسے موقع پر اپنے کلام میں اس قسم کی رعایت رکھتا چنانچہ سورۃ المائدہ آیت ۱۱۰ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ — اور جب تو مٹی سے بناتا تھا گارے سے پرندے کی
بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا — صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس
بِإِذْنِي — میں تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے۔

اس آیہ کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ ... میں حضرت عیسیٰ کی ایک پرندہ کی صورت بنانا میرے حکم سے کیا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوائے اس کے حکم کے ایک پرندے کی صورت بھی ایک پیغمبر تک کیلئے جائز نہیں۔ جب پیغمبروں کے لئے یہ حکم ہے تو پھر ہم عامۃ الناس کے لئے کیا تشبیہ جائز ہو سکتی ہے

مستشرقین کے بہت سے لغو لایعنی اور طفلانہ اعتراضات کو ہم نے درخور اعتنا نہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے لیکن ان میں سے متوازن اعتراضات کے مصداق ہم صرف ایک آدھ مثالیں اور دیکھتے چلئے ایک مستشرق فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں وثن پرستی و صنم پرستی کا ذکر صرف بارہ مرتبہ آیا ہے اور اس کے مقابلہ میں انجیل مقدس میں بت پرستی کا ذکر اس سے کہیں زیادہ دفعہ آیا ہے اس لئے انجیل مقدس قرآن حکیم کے مقابلہ میں بت پرستی کا زیادہ مخالف ہے۔ اس قسم کی جہالت آمیز اور مضحکہ خیز حجت کا نام مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے نہایت موزونیت کے ساتھ "عددی خبط یا عددی بوکھلاہٹ" رکھا ہے۔ اس معترض کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وثن اور نصب اور صنم کے علاوہ قرآن کریم میں ایک نہیں سینکڑوں جگہ شرک کا ذکر ہے اور مشرکین پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ بت پرستی تو شرک کی ایک نوع ہے اور شرک کے دائرہ مفہوم میں صرف بت پرستی ہی نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو ایک معبود حقیقی میں کسی دوسری ذات کو شریک کرے چاہے وہ بت ہو یا دیوتا ہو یا سورج چاند ہو یا باپ، دادا، ولی، رسول

پیغمبر کی پرستش ہو سب ہی داخل ہیں۔ اس عددی بوکھلاہٹ کے سلسلہ میں ایک مسیحی کا ایک اور لطیفہ قابل ذکر ہے۔ ایک مسیحی نے عددی خبط کی رو میں انجیل مقدس میں یہ گننا شروع کیا کہ اس میں خدا کا ذکر زیادہ آیا ہے یا شیطان کا۔ اتفاق سے انجیل مقدس میں شیطان کا نام خدا کے نام کے مقابلہ میں زیادہ مرتبہ آیا ہے پس اس نے قرار دیدیا کہ بائبل کا ہیرو دراصل خدا نہیں بلکہ شیطان ہے۔

الغرض اوپر کی طویل بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام سب سے پہلے بت پرستی اور شرک کا قلع قمع کرنے اور توحید کا درس دینے آیا ہے اس لئے ایک منٹ کے لئے بھی وہ بت گری یا تصویر کشی کی جو قطعی طور پر مبادیاتِ شرک ہیں اجازت نہیں دے سکتا۔ رہا مستشرقین کا یہ اعتراض کہ تصویر کشی عین فطرت ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اس کی سخت ممانعت کے باوجود مصوری کا اتنا بڑا دلکش ذخیرہ مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ اس پر ہم اگلی اشاعت میں "اسلام میں مصوری کی تاریخ اور ارتقا" کے تحت بحث کریں گے۔

(باقی آئندہ)

حبِ سیمیں

یہ گولیاں ان لوگوں کے لئے اکسیر ہیں جو آئے دن "نزلہ، زکام، کھانسی" میں مبتلا رہتے ہیں اور جن کا دماغ اتنا کمزور ہوگیا ہو کہ جہاں ذرا سی بے اعتدالی ہوئی چھینکیں آئیں اور نزلے نے آدبایا سینہ پر بلغم جم گیا، کھانسی ہوگئی اور سانس تنگی سے آنے لگا۔ دماغی کام کرنے والے اگر ان گولیوں کا صرف ایک کورس استعمال کرلیں تو وہ نہ صرف دماغ میں بلکہ اپنے سارے بدن میں ایک نئی زندگی محسوس کرینگے

چالیس روز کی دوا کی قیمت للعہ علاوہ محصول

صدیقی دواخانہ۔ نور گنج۔ دہلی